Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Objections to Hadith Based on Allegations of Qur'anic Distortion: An Analytical and Critical Study

تحریفِ قرآن کے حدیث پر اعتراضات: ایک علمی و تنقیدی جائزہ

Dr. Hafiz Muhammad Hassan
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha
muhammad.hassan@uos.edu.pk
Sadia Shabbir
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, GC University Faisalabad
sadiashabbir825@gmail.com
Ayesha Shabbir Ahmed
Lecturer,GCWU,Sialkot
ayesha.shabbir@gcwus.edu.pk

ABSTRACT

The Qur'an is the primary source of Islam and the fountainhead of guidance, which has remained preserved in its original form since the time of its revelation. There is a consensus among the Muslim Ummah that the Qur'an is the divine word of Allah, revealed verbatim to the Prophet Muhammad (peace be upon him) and meticulously compiled through the efforts of his noble Companions. However, throughout history, some Orientalists, deviant sects, and critics of the Qur'an's historical authenticity have attempted to cast doubts on its preservation and integrity. Among these, certain objections are directed towards hadith literature, in which there appear to be some narrations that are interpreted as evidence for the alleged distortion of the Qur'an. These objections generally stem from narrations that mention the abrogation or loss of certain words, verses, or chapters of the Qur'an, or refer to differences in recitation (qira'at) among the Companions. Orientalists and some Shiite scholars, along with controversial exegetical interpretations, have used such narrations to argue that the hadith corpus contains traces of Qur'anic distortion. These claims not only challenge the established belief in the Qur'an's preservation but also raise questions about the authenticity and authority of hadith literature. This study aims to present a scholarly and critical analysis of these objections. For this purpose, the various types of relevant hadiths, their chains of transmission, and their texts will be thoroughly examined.

Furthermore, the narrations will be analyzed in their proper context, in light of the principles of hadith science and the views of renowned hadith scholars. The study will also demonstrate how the allegations of Qur'anic distortion are unfounded, contextually misinterpreted, and contrary to sound scholarly methodology. The ultimate objective of this inquiry is to defend the hadith corpus with critical insight and to provide rational and textual evidence for the Qur'an's immaculate preservation.

Keywords: *Objections to Hadith, Allegations of Qur'anic, Fountainhead, Muslim Ummah, Orientalists, Interpretations, Demonstrate.*

قرآنِ مجید دینِ اسلام کا بنیادی ماخذ اور سر چشمۂ ہدایت ہے، جو نزول کے وقت سے آج تک اپنی اصل حالت میں محفوظ چلا آ رہا ہے۔ امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جو حرف بہ حرف نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور صحابۂ کرامؓ کی کوششوں سے مکمل حفاظت کے ساتھ مدون ہوا۔ تاہم مختلف ادوار میں کچھ مستشرقین، باطل فرقوں اور قرآن کی تاریخی حیثیت کے ناقدین نے اس کی حفاظت اور عدم تحریف کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بعض اعتراضات کا رخ احادیث کی طرف ہوتا ہے، جن میں بظاہر کچھ ایسی روایات ملتی ہیں جنہیں قرآن کی تحریف کا ثبوت قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اعتراضات بالعموم ان روایات سے متعلق ہوتے ہیں جن میں قرآن کے بعض الفاظ، آیات یا سورتوں کے منسوخ یا ضائع ہونے، یا صحابہ کے مابین قراءت کے اختلافات کا ذکر آتا ہے۔ مستشرقین، شیعہ محدثین کے بعض بیانات، یا دیگر متنازعہ تفاسیر کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حدیث کے ذخیرے میں قرآن کی تحریف کے شواہد موجود ہیں۔ یہ اعتراضات نہ صرف قرآن کی محفوظ حیثیت کو چیلنج کرتے ہیں بلکہ حدیث کی حجیت اور اس کے مقام و مرتبے پر بھی سوالات کھڑے کرتے ہیں۔ اس میں ان اعتراضات کا ایک علمی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے ان احادیث کی اقسام، اسناد اور متون کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے گا، پھر ان روایات کے سیاق و سباق، اصولِ حدیث اور محدثین کی آراء کی روشنی میں ان کی توضیح کی جائے گی۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ قرآن کی تحریف کے دعوے کس حد تک بے بنیاد، سیاق و سباق سے ہٹے ہوئے اور علمی اصولوں کے منافی ہیں۔ اس جائزے کا مقصد ناقدانہ بصیرت کے ساتھ حدیث کے ذخیرے کا دفاع کرنا اور قرآن کی حفاظت پر عقلی و نقلی دلائل فراہم کرنا ہے۔

اسلام کو مذاہب عالم پر جو خصوصی امتیازات حاصل ہیں ان میں سے ایک امتیاز یہ ہے کہ اس کی تعلیمات ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہیں، قرآن مجید آج بھی بالکل اسی حالت میں موجود ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا، کیونکہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے۔ تاریخ ادیان میں استثنائی طور پر قرآن وہ واحد مذہبی کتاب ہے جس کی حفاظت نہ صرف حفظ اور کتابت کے ذریعہ کی گئی بلکہ قرآن مجید کو ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصہ تک حکومتی سرپرستی حاصل رہی حتی کہ چھاپہ خانے اور جدید پریس کی دریافت نے قرآن مجید میں لفظی تحریف کے امکان کو بالکل ختم کر دیا ہے۔ قرآن کے مقابلے میں یہ امتیاز اور کسی بھی مذہبی کتاب کو حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی کسی مذہب کے پیروکار یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ان کی مذہبی کتب غیر محرف ہیں۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو یہ کتب جن زبانوں میں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں ہیں کب کی مر چکی ہیں، اور آج تورات اور انجیل جن کی اصل زبان عبرانی اور سریانی تھی، نامعوم ترجمہ در ترجمہ کے کتنے مراحل طے کر چکی ہیں۔ بنی اسرائیل پر ابتلاء اور علمی کے جو طویل ادوار گزرے ہیں اس دوران یہ کتابیں کئی بار لوگوں کی نظروں سے اوجھل بھی ہوئیں اور بعد کے لوگوں نے ان کو کن مصادر کی روشنی میں دوبارہ قلمبند کیا یہ ساری معلومات پردہ اختفاء میں ہیں، چونکہ اللہ تعالی کی حکمت میں دیگر مذہبی کتابوں کو محفوظ رکھنا شامل نہیں تھا اس لئے ان کتابوں کی حفاظت کے وہ انتظامات نہ ہو سکے جس سے یہ کتابیں زمانے کی دست برد سے محفوظ رہ سکتیں۔ اب یہ معلوم کرنا کہ ان الہامی صحائف میں حق کس قدر باقی بچا ہے اور باطل کی آمیزش کسی قدر ہوتی ہے ممکن نہیں ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لا تصدقوا اهل الکتاب و لا تکذبو هم "[1]

اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو اور نہ ہی تکذیب کرو۔

قرآن مجید، جو تمام کتب سماویہ کا مصدق اور مہیمن ہے، نے جا بجا تورات اور انجیل میں تحریف اور غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔ قرآن مجید نے بنیادی عقائد و نظریات کی درستی کے علاوہ تاریخ انبیاء کے بے شمار واقعات کو مکمل اور صحیح تناظر میں پیش کیا ہے۔ مصری تحقیقات اور انکشافات نے قرآن مجید کی حقانیت پر مہر

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب مایجوز من تفسیر التوراۃ، حدیث:7542 (بیروت: دار ابن کثیر، 1987)، 1584۔

تصدیق ثبت کی ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست استفادہ کیا ہے اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے ہیں، ان لوگوں نے آپ ﷺ کو جو کچھ فرماتے سنا یا جو کام کرتے دیکھا ہے تو ان باتوں اور کاموں کا ثبوت ان کے حق میں یقینی اور قطعی ہے جس میں معمولی شک و شبہ بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کے لئے کافی ہے، البتہ وہ لوگ جن کو رسول اللہ سے بلاواسطہ استفادے کا موقع نہیں ملا ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات یا فعل کے ثبوت اور اس پر ایمان لانے کی صرف تین ہی صورتیں ہیں:

قرآنی نصوص کے ثبوت کا معیار اور اخبارِ آحاد کے اعتراضات کا رد

اسلام میں کسی بھی حکم یا قول کے ثبوت کے لیے بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ قول یا فعل تواتر کے ذریعے ثابت ہو، یعنی اتنے زیادہ افراد نے اسے نقل کیا ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی قول یا فعل اگر اس معیار پر پورا اترے تو اس کا انکار کفر کا موجب ہوتا ہے، کیونکہ وہ قطعی الثبوت اور یقینی درجہ رکھتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی قول یا حکم خبرِ واحد کے ذریعے ثابت ہو، یعنی اسے روایت کرنے والوں کی تعداد کم ہو تو وہ قطعی الثبوت نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے، اور اس میں شک و تاویل کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ ایک تیسری قسم وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا عمل امت کے تعامل اور تواترِ عملی سے نسل در نسل منتقل ہوا ہو، اور جس پر پوری امت کا اتفاق ہو اور کسی کا اختلاف منقول نہ ہو— ایسا حکم بھی تواتر کے درجے میں آتا ہے اور اس کا انکار بھی کفر کے مترادف ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت کے کئی اہم احکام اسی عملی تواتر سے ثابت ہیں، جیسے پانچ وقت کی نماز، نماز کی رکعتیں، ارکانِ حج، زکوٰۃ کی مقدار اور اس کے شرائط، اور روزے کے اوقاتِ ابتدا و انتہا۔ ان احکام کا ثبوت اگرچہ احادیث میں بھی موجود ہے، لیکن ان کا دار و مدار محض ان روایات پر نہیں بلکہ امت کے متواتر تعامل پر ہے۔ یہی اصول اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو قرآن میں تحریف کے دعوے پر مبنی تمام اعتراضات باطل ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ روایات جنہیں قرآن میں تحریف کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، محض اخبارِ

آحاد پر مبنی ہیں اور ان سے کسی آیت یا لفظ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن کی حیثیت سے کسی کلام کے ثبوت کے لیے تواتر و تعاملِ امت ناگزیر ہے۔

تحریفِ قرآن سے متعلق روایات کا تنقیدی مطالعہ

قرآن مجید کے کسی بھی حصے کو "قرآن" تسلیم کرنے کے لیے اس کا تواتر اور امت کے تعامل سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ اس اصول کی روشنی میں وہ تمام روایات جنہیں بعض مستشرقین یا منکرینِ حدیث قرآن میں تحریف کے الزامات کے طور پر پیش کرتے ہیں، درحقیقت درایتاً اور روایتاً قابلِ قبول نہیں ہیں۔ ان روایات کی حیثیت صرف اخبارِ آحاد کی ہے، جو نہ صرف قرآن کے ثبوت کے لیے ناکافی ہیں بلکہ خود اصولِ حدیث کی رو سے بھی ان میں کئی ایک سندی و متنی نقائص پائے جاتے ہیں۔

ہم ان روایات کا جائزہ درج ذیل اصولوں کی روشنی میں لیں گے:

1. **روایت کی سند (Chain of Narration):** کیا روایت صحیح، حسن یا ضعیف ہے؟ کیا اس کے راوی ثقہ ہیں یا متکلم فیہ؟
2. **روایت کا درایتی تجزیہ (Contextual and Rational Analysis):** کیا یہ روایت قرآن کے اسلوب، ترتیب اور دیگر قطعی الثبوت امور سے متصادم تو نہیں؟
3. **روایت کی مخالف شہادتیں (Contradictory Evidence):** کیا امت کے اجماعی تعامل یا دیگر صحیح متواتر روایات اس کی تردید کرتی ہیں؟
4. **روایت کا محل (Context of Application):** کیا اس روایت کو مخصوص حالات یا واقعات کے ساتھ محدود کیا جا سکتا ہے؟

مندرجہ بالا اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ایک ایک کر کے ان روایات کا تنقیدی تجزیہ کریں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ ان سے نہ صرف قرآن کی کسی آیت یا سورت کے "تحریف" یا "نقصان" کا کوئی مؤثر ثبوت حاصل نہیں ہوتا، بلکہ ان کا سہارا لے کر شریعتِ اسلامیہ کے محفوظ اور قطعی ذخیرے پر شبہ ڈالنا علمی دیانت اور انصاف کے خلاف ہے۔

کیا قرآن میں آیت رجم تھی؟

قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی اور اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالی نے لیا۔ اپنے نزول کے بعد سے لے کر آج تک یہ کتاب ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے یہ وہ بدہی حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے۔ لیکن بعض روایات کا ظاہری مفہوم حفاظت قرآن کے عقیدہ سے متصادم معلوم ہوتا ہے۔ اس نوعیت کی بعض روایات کے کو بنیاد بنا کر منکرین حدیث احادیث رسول ﷺ کا انکار کر دیتے ہیں جبکہ مستشرقین ایسی روایات کی بنیاد پر متن قرآن کے غیر محفوظ اور نامکمل ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان روایات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بھولی اپنا وزن کھو دیتا ہے، جیسا کہ ذیل کی سطور میں ہم دلائل کے ساتھ واضح کریں گے۔ سب سے پہلے ہم اس روایت کا تنقیدی مطالعہ کریں گے جس میں صدر تیم کا ذکر اس اسلوب میں ہے گویا کہ وہ قرآن ہی کی ایک آیت تھی جو درج ہونے سے رو گئی۔ حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق (م ۲۳ھ) نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> والذي نفسي بيده لولا ان يقول الناس زاد عمر بن الخطاب في كتاب الله تعالى لكتبتها بيدي و الشيخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا البنة) فانا قد قرأناها "[2]
>
> قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر لوگوں کے یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اپنے ہاتھ سے لکھ دیا بوڑھے (شادی شدہ مرد) اور بوڑھی شاری شدہ صورت) اگر زنا کریں تو انہیں ضرور ریم کرو۔ ہم نے اس آیت کو خود پڑھا ہے۔

اعتراضات

منکرین حدیث اور بعض دیگر اہل علم نے اس روایت پر شدید نوعیت کے اشکالات وارد کئے ہیں۔ حافظ محمد اسلم جیراج پوری (م ۱۹۵۵) اس روایت پر تقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[2] مالک بن انس، الموطا، کتاب الحدود، باب ما جاء في الرجم، حديث: 846) بيروت: دار إحياء التراث العربي، 2011، ص507

یہ روایت قرآن کی صریح آیت (انا لہ لحافظون) کے خلاف ہے، اس لئے ہر گز تسلیم کے قابل نہیں ہے، خواہ اس کے راوی جبرائیل و میکائیل ہی کیوں نہ بتائے جائیں۔[3]

جناب غلام جیلانی برق (م ۱۹۸۵) لکھتے ہیں:

بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ چند آیات پہلے قرآن میں موجود تھیں لیکن بعد میں نکال دی گئیں (موطا کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اگر پڑھتے رہے تو نکالی کس نے اور اگر نکال دی گئی تھیں تو اللہ کا وعدہ حفاظت قرآن کیا ہوا۔"[4]

اسی روایت پر مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷) کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

یہ روایت بالکل بے ہودہ ہے اور ستم یہ ہے کہ اس کو منسوب حضرت عمر کی طرف کیا گیا ہے حالانکہ ان کے عہد مبارک میں اگر کوئی یہ روایت کرنے کی جرات کرتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان کے درے سے نہ بچ سکتا۔[5]

مولانا امین احسن اصلاحی کے شاگرد جناب جاوید احمد غامدی مونا کی زیر تبصرہ روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوسری بات جو بالخصوص موطا امام مالک کی روایت سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن ہی نہیں جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے بلکہ اس میں سے بعض آیات نکال دی گئی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ نہایت خطرناک ہے اور جس منافق نے بھی اسے وضع کیا ہے اس کا مقصد صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو لوگوں کی نگاہوں میں مشتبہ ٹھہرایا جائے اور اہل فتنہ کے

---

[3] "ہمارے دینی علوم"، ص 41) لاہور: دوست ایسوی ایٹس، اردو بازار، 2001

[4] دو اسلام، ص 198 (لاہور: اتحاد پریس، کیمل پورہ، 1950ء)۔

[5] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، 5:367 (دہلی: تاج کمپنی، 1997)۔

لئے راستہ نکالا جائے کہ وہ اس طرح کی بعض دوسری آیات وضع کر کے اپنے عقائد و نظریات بھی اللہ کی اس کتاب میں داخل کر سکیں۔[6]

ان تمام اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس روایت کو درست تسلیم کر لیا تو پھر قرآن مجید کی محفوظیت کا دعوی باطل ہو جاتا ہے، اور چونکہ یہ حدیث قرآن مجید کی واضح نص (انا لَهُ لَحَافِظُونَ) کے خلاف ہے اس لئے نا قابل تسلیم ہے۔

توضیحات

اب ہم ذیل کی سطور میں اس بنیادی اعتراض کا تجزیہ کریں گے۔ اس روایت میں جو الفاظ نقل ہوئے ہیں ان کا تعلق حضرت عمر (م ۲۳) کے ایک مشہور طلبے سے ہے جس امام بخاری (م ۲۵۶ھ) اور امام مسلم (م ۲۱ھ) نے بھی نقل کیا ہے لیکن شیخین (بھری مسلم) میں سے کسی نے بھی ان الفاظ کا ذکر نہیں، اور نہی بزماری و مسلم کی روایت میں حضرت عمر کی طرف سے قرآن کریم میں کسی اضافے کے ارادے کا ذکر ہے صحیح بخاری میں حضرت عمر کے اس خطبے کے جو الفاظ منقول ہیں وہ درج ذیل ہیں:

لقد خشيت أن يطول بالناس زمان حتى يقول قائل: لا تحد الرحم في كتاب الله، فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، ألاوان الرحم حق على من زنى وقد أحصن اذا قامت البيئة ، أو كان الحمل ، أو الاعتراف الا وقد رجم رسول الله ﷺ ورحمنا بعده[7]

مجھے ڈر ہے کہ لوگوں پر طویل زمانہ گزر جائے تو وہ یہ کہنے لگی کہ ہم رجم کا حکم الہ کی کتاب میں نہیں پاتے۔ اس طرح اللہ کے نازل کئے ہوئے ایک فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ خوب سن لو کہ رحم اس شخص پر ضروری ہے جو محسن ہونے کے باوجود زنا کرے۔ جبکہ اس کے زنا پر گواہیاں قائم ہو گئی ہوں، یا حل ہو، یا مجرم اعتراف کر لے۔ خوب سن لو کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے بھی۔"

---

[6] برہان، ص 57(لاہور: دار الاشراق، 30-2 ابی ماڈل ٹاؤن، 2001)۔

[7] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، حدیث: 9829) بیروت: دار ابن کثیر، n.d.، 1132)

زیر تبصرہ روایت پر حافظ ابن مجر (م ۸۵۲ھ) کی تنقید ملاحظہ فرمائیں:

ولعل البخاري هو الذي حذف ذلك عمدا، فقد اخرجه النسائي ثم قال لا أعلم أحداً ذكر في هذا الحديث الشيخ والشيخة غير سفيان وينبغي ان يكون وهم في ذلك، قلت: وقد أخرج الأئمة هذا الحديث من رواية مالك و يونس ومعمر وصالح بن كيسان وعقيل وغيرهم من الحفاظ عن الزهري فلم يذكروها، وقد وقعت هذه الزيادة في هذا الحديث من رواية الموطأ عن يحي بن سعيد عن سعيد بن المسيب... الخ [8]

شاید امام بخاری نے اس حصے کو عمداً حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ امام نسائی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہاہے کہ میرے علم میں اس حدیث کے اندر (الشیخ والشیخ... الخ) کا ذکر کرنے والا سفیان کے سوا کوئی نہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فقرے کو نقل کرنے میں ان سے وہم ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو بڑے بڑے اللہ نے امام مالک، یونس، معمر صالح بن کیسان و غیر ہم جیسے حفاظ کی سند سے اور انہوں نے امام زہری سے روایت کیاہے لیکن ان میں سے کسی نے یہ اضافہ ذکر نہیں کیا۔ ہاں اس حدیث میں یہ اضافہ موٹا میں بھی بن سعید از سعید بن مسیب کی سند سے مروی ہے۔

ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کے اس تجزیہ کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری (م ۲۵۶ھ) اور امام نسائی (م ۳۰۳) جیسے محدثین نے خطبے کے اس حصے کو مستند نہیں سمجھا، اور اس کے باوجود کہ امام بخاری نے "باب رجم الحبلی میں یہ طویل خطبہ روایت کیاہے لیکن اس کا وہ حصہ جو (الشيخ والشيْعَةُ فَارْجُمُوهُمَا الْبَتنہ) والے فقرے پر مشتمل ہے نقل نہیں فرمایا گویا جب خطبے کا یہ حصہ متعدی نہیں تو پھر لمبے چوڑے اعتراضات کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ تاہم اگر حضرت عمر کی طرف ان الفاظ کی نسبت کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے جیسا کہ موطا کی روایت میں بیان کیا گیا ہے، جب بھی اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر (الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ فَارْجُمُوهُمَا البتنہ) والے فقرے کو قرآن کریم کے جز کے طور پر لکھنا چاہتے تھے۔

---

[8] ابن حجر العسقلانی، تجمیع البـاري، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، 12:143۔

کیونکہ اگر ان کے نزدیک یہ فقرہ قرآن کریم کا جز ہوتا تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس کا اعلان کرنے سے باز نہیں رکھ سکی تھی، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ قرآن کریم کے حاشیے پر یہ فقرہ اس بات کے اظہار کے لئے لکھ دیں کہ زانی محصن کو رجم کرنے کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ اب بھی واجب العمل ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل (م ۲۳۱ھ) نے حضرت عمر ام) کا یہ خطبہ نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں :

لو لا ان يقول قائلون: زاد عمر في كتاب الله ما ليس منه لكتبته في ناحية من المصحف "[9]

اگر کہنے والوں کے یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اس بات کا اضافہ کر دیا جو اس کا حصہ نہ تھی تو رجم کا یہ حکم میں مصحف کے ایک گوشے میں لکھ دیتا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ رجم کے حکم کو نہ قرآن کریم کا جز سمجھتے تھے، نہ قرآن کریم کے متن میں اس کا اضافہ کرنے کا کوئی خیال ان کے دل میں آیا تھا، بلکہ انہوں نے محض ایک تشریحی اضافے کے طور پر اس کو حاشیے پر لکھنے کا خیال مسئلہ رجم کی اہمیت جتلانے کیلئے ظاہر کیا تھا اور عمل اس پر بھی نہیں کیا، کیونکہ اس سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ امام نووی (م ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قوله: فاحشى ان طال بالناس زمان ان يقول قائل: ما نجد الرحم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة، هذا الذي خشيه قد وقع من الخوارج ومن وافقهم

حضرت عمر کا یہ قول میں ڈرتا ہوں کہ جب زیادہ زمانہ گزر جائے تو کوئی کہنے والا کہے کہ ہم رجم کو خدا کے مقرر کئے ہوئے حکم میں نہیں پاتے، پس لوگ ایک فرض چھوڑنے سے گمراہ ہوں گے، حضرت عمر کا ڈر خوارج اور ان کی موافقت کرنے والوں کے حق میں پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے۔"

اس روایت کو محدثین نے مختلف اسناد سے نقل کیا ہے، یہ حدیث زید بن ثابت (م ۵۳۳) عمرو بن العاص (م د) عبد الرحمن بن عوف سے بھی مروی ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں پہنچے نے یہ

[9] احمد بن حنبل، المسند، حدیث عمر بن الخطاب، حدیث: 10157/ 40:0) بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، n.d.)

الفاظ الطور آیت قرآنی نہیں، بلکہ خود اپنے مقولے کے طور پر ارشاد فرمائے، اور اسی طرح ان روایات میں حضرت عمر نے اس مقولے کو قرآن کی آیت بھی قرار نہیں قرار دیا ہے۔

بعض روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جملے کو بطور آیت رجم لکھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اسے ناپسند فرمایا، چنانچہ صحابہ کرام کی ایک محفل میں مسئلہ رجم اور یہی فقرہ موضوع بحث تھا۔ حضرت عمر الجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا:

یارسول الله اكتبني آية الرحم، قال: لا استطيع ذلك "[10]

یارسول صلیٰ اللہ علیہ وسلم مجھے آیت رجم لکھوا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسا نہیں کرسکتا۔"

حضرت عمرو بن العاص (م 77ھ) فرماتے ہیں:

لما نزلت أتيت النبي فقلت: اكتبها فكانه كره ذالك "[11]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے اس آیتکو لکھوا دیئے تو آپ ﷺ نے میرے اس مطالبے کو ناپسند فرمایا۔

اگر یہ قرآن کریم کی آیت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری آیات کی طرح ضرور لکھواتے لیکن ان دونوں واقعات میں آپ ﷺ نے ابتداء ہی سے اس کو لکھوانے سے انکار فرمایا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کے۔ کریم کا جز بھی نہیں رہے اور جن روایات میں اس کو نازل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے جز کے طور پر نازل ہوئی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا تھا کہ یہ آیت تورات میں موجود ہے اور مسلمانوں کے لئے اب بھی قابل عمل ہے۔

---

[10] البیہقی، ابو بکر احمد بن الحسین، السنن الکبری، کتاب الحدود، باب مایستدل بہ علی أن السبیل ھو جلد الزانیین، حدیث:19913، 8:317۔

[11] الحاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، حدیث:23800/2780 (بیروت: دار الفکر، 2001)

اس حدیث کی ایک دوسری توجیہہ بھی کی جاسکتی ہے اور اس کے معقول دلائل بھی موجود ہیں۔ زیر تبصرہ روایت میں نماد نہیں کی سب سے بڑی وجہ کتاب اللہ کے الفاظ ہیں، کیونکہ کتاب اللہ سے قرآن مراد لیا جاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ان الفاظ کو کسی دوسرے علوم کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، تاکہ اس بات کا جائزہ لیا جاسکے کہ حضرت عمر کا کتاب اللہ کہنے سے کیا مطلب تھا؟۔

قرآن مجید میں "کتاب" کا لفظ "خط (2) لوح تقدیر (4) فریضہ (5) صحیفہ (15) وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح کتاب اللہ کے معنی حکم اللہ کے بھی ہیں، اگرچہ وہ حکم قرآن مجید میں واضح طور پر موجود نہ بھی ہو۔ کے کتاب اللہ کا اطلاق جس طرح قرآن پر ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے احکام اور فرائض پر بھی کتاب اللہ کا لفظ بولا جاتا ہے، بندوں پر جس قدر فرائض، خواہ وہ قرآن میں مذکور ہیں یا سنت میں ان سب پر کتاب اللہ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وِيَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللهُ لَكُمْ[12]

اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاو جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔

یہ مفہوم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث سے ثابت ہے۔ صحاح سندھ میں یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی علیہ وآلہ وسلّم کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیجئے۔ اب دوسرا فریق جو پہلے سے کچھ زیادہ سمجھدار تھا، کہنے لگا کہ ہاں یارسول ال ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق فرمایئے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا بیان کر، اس نے کہا: میرا بیٹا اس شخص (فریق جانی) کے پاس نوکر تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ہے، میں نے سو بکریاں اور ایک غلام دے کر اپنے بیٹے کو چھڑا لیا، اس کے بعد میں نے کئی علما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

[12] المائدہ، ۲۱:۱۵

تیرے بیٹے کے لئے سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اس شخص کی بیوی کے لئے "رجیم" ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

والذي نفسي بيده لا قضين بينكما بكتاب الله جل ذكره ، المائة شاة والخادم رد ، و على ابنك جلد مائة وتغريب عام ، والغد يا انيس على امراة هذا ، فان اعترفت فارجمها فغدا عليها فاعترفت ، فرجمها [13]

اس پروردگار کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کا ذکر بلند ہے، میں تم دونوں کے درمیان "کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ سو بکریاں اور غلام (جو تونے دیئے) تجھے واپس ہوں گے اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ اور اے انہیں کل صبح اس عورت کے پاس جاؤ، اگر دو زنا کا اعتراف کرے تو اسے رجم کر دو۔ چنانچ انیس صبح اس کے پاس گئے تو اس نے اعتراف کر لیا تو انھوں نے اسے رجم کر دیا۔

علامہ عینی (م ۸۵۵ھ) نے مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں شیخ زین الدین عراقی کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

المراد به القرآن يحتمل كلا الأمرين [14]

کتاب اللہ سے مراد اللہ کے احکام اور فرائض ہیں

جیسا کہ اس سے مراد قرآن لیا جاتا ہے۔"

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم کا فیصہ علم الہی کے مطابق دیا تھا۔ اگرچہ قرآن میں رجیم کا علم نہیں ہے، گویا حدیث رسول ﷺ پر کتاب اللہ کا اطلاق کرنا خود ہی پہلے سے ثابت ہے، لہذا حضرت عمر نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں خطبہ دیتے ہوئے جب یہ فرمایا:

---

[13] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزناء، حدیث: 6827) بیروت: دار ابن کثیر، 2010، 1432۔

[14] بدر الدین العینی، عمدة القاري شرح صحيح البخاري، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا، 4:12۔

الرجم في كتاب الله حق على من زنى
اذا أحصن من الرجال والنساء [15]

رجم کا حکم کتاب میں حق اور ثابت ہے جبکہ شادی
شدہ مرد اور عورت زنا کرے۔"

تو یہاں بھی کتاب اللہ سے آپ کی مراد قرآن مجید نہ تھی، جیسا کہ عام طور پر مستشرقین منکرین حدیث اور دیگر معترضین نے سمجھا ہے، بلکہ پوری شریعت بشمول حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی، کیونکہ صحابہ کرام کتاب اللہ سے پوری شریعت ہی مراد لیا کرتے تھے اور وہ حدیث رسول ﷺ کو قرآن مجید سے علیحدہ کوئی چیز تسلیم نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا عقیدہ اور نقطہ نظر یہ تھا کہ حضور ﷺ کی ہدایات بھی وحی الٰہی کے ہی تابع ہیں اس لئے وہ احادیث رسول ﷺ پر کتاب اللہ کا اطلاق کر دیا کرتے تھے۔ اس کی نظیر میں ابن مسعود کی ایک روایت میں ملتی ہے جب آپ نے بنو اسد کی خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو سرمہ بھرتی ہیں، بال اکھیڑتی ہیں اور حسن ہی کے لئے دانتوں میں فاصلہ کرتی ہیں اور یوں وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ تو بنی اسد کی ام یعقوب نامی صورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی:

بلغني أنك قلت كيت وكيت ، قال: ومالي لا ألعن من لعن رسول الله في كتاب الله عز و جل فقالت: اني لأقرأ ما بين لوحيه فما وجدته قال: ان كنت قرأنيه، فقد وجدتيه أما قرأت وما أتاكم الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَانَهَا كُمْ عَنْهُ فَانتَهُوار ۰/۳ قالت: بلى، قال: فان النبي نهي عنه " [16]

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم (عورتوں کے متعلق) ایسی اور ایسی باتیں کرتے ہوں تو آپ نے فرمایا میں ایسے شخص کو امن کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور کتاب اللہ میں بھی یہ بات ہے، عورت

---

[15] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب رجم الحبلی فی الزنا، حدیث: 6830) بیروت: دار ابن کثیر، 2010، 1433

[16] احمد بن حنبل، المسند، مسند عبد الله بن مسعود، حدیث: 1118، 1:710) بیروت: مؤسسة الرسالة، 2004، ص299

نے کہا: میں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن یہ مسلہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تو اسے (میری نظر) سے پڑھتی تو ضرور اس میں یہ بات پاتی۔ کیا تو نے یہ آیت تلاوت نہیں کی اور اللہ کے رسول نے جو (علم) تمھیں دیں اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اس نے کہا یہ آیت تو پڑھی ہے، آپ نے فرمایا تو اس کام سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔"

کیا آیت رضاعت قرآن مجید کا حصہ تھی؟

حضرت عائشہ (م57ھ) سے مروی ہے:

كان فيما أنزل من القرآن: عشر رضعات معلومات يحرمن ، ثم نيحن بخمس معلومات ، فتوفى رسول الله ﷺ وهي فيما يقرأ من القرآن [17]

قرآن مجید میں پہلے یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم آتی ہے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اس کے بعد پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے وصال تک قرآن مجید میں اس طرح پڑھا جاتا تھا۔

توضیحات

اس روایت پر بھی سب سے بڑا اعتراض نہیں ہے کہ حضرت عائشہ کے قول فصولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهي فيما يقرا من القرآن سے اس آیت کی تلاوت کے باقی رہنے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے، حالانکہ موجودہ قرآن میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز عقیدہ حفاظت قرآن کے خلاف ہے اور تحریف کے زمرے میں آتی ہے۔ لیکن اگر اس روایت پر درج ذیل پہلوؤں سے غور کیا جائے تو تمام اشکال دور ہو جاتے ہیں: ایک، اس روایت سے قرآن مجید کی محفوظیت اور حقانیت پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ یہ روایت خبر واحد ہے جبکہ قرآن کی ہر آیت خبر متواتر توارث اور اجماع امت کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہے۔

---

[17] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس رضعات، حدیث: 2097) بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2010، ص917

دوسرا یہ ایک منسوخ آیت ہے۔ امام نووی (م ٦٧٦) صحیح مسلم کی شرح میں اس کو ان آیات میں شمار کرتے ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے تاہم ان کے نزدیک اس کا حکم باقی ہے، امام نووی فرماتے ہیں:

> والنسخ ثلاثة انواع أحدها مانسخ حكمه و تلاوته كعشر رضعات والثاني ما نسخت تلاوته دون حكمه كخمس رضعات و كالشيخ والشيخه اذا زنيا فارحموا هما والثالث ما نسخ حكمه و بقيت تلاوته وهذا هو الأكثر "
>
> نسخ کی تین قسمیں ہیں: پہلی یہ کہ کسی آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں مثلاً عشرۃ وضعات کا مسئلہ ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی صرف تلاوت منسوخ ہو لیکن حکم باقی ہو۔ اس کی مثال خمس رضعات اور آیت رجم ہے، اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن اس کی حلاوت باقی رہ گئی اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ۔

علامہ جلال الدین سیوطی (م 911ھ) کا بھی اس روایت کے بارے یہی موقف ہے چنانچہ وہ حضرت ابو موسی اشعری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے، انھوں نے اس روایت کا ذکر ان آیات میں کیاہے جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو چکے ہیں۔

تاہم یہ سوال پھر بھی باقی رہتاہے کہ اگر یہ منسوخ آیات میں سے ہے تو حضرت عائشہ کے الفاظ فتوفی رسول اللہ ﷺ و هي فيما يقرأ من القرآن کا کیا مطلب ہے؟ امام نووی ان الفاظ کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> قولها : فَتُوفِّى رسول الله ﷺ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ ، من يقرأ ؟ ومعناه أن النسخ بخمس رضعات تأخر انزاله جداً حتى أنه توفى و بعض الناس يقرأ خمس رضعات ويجعلها قرآنا متلوا لكونه لم يبلغه النسخ القرب عهده ، فلما بلغهم النسخ بعد ذالك رجعوا عن ذالك وأجمعوا على أن هذا لا يتلى " [18]

---

[18] النووی، یحیٰ بن شرف، المنھاج شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب التحریم بخمس معلومات، 29/100، ص2006

حضرت عائشہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پاگئے اور یہ آیات قرآن کریم میں تلاوت کی جارہی تھیں، ان آیات کو تلاوت کرنے والے کون تھے اب فوراجو مجہول کا صیغہ ہے واضح کرتا ہے کہ خمس رضعات کے الفاظ کا نسخ آپ کے کے بالکل آخری دور یعنی مرتبہ وغیرہ کے وقت) میں ہوا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ کے وفات پاگئے اور بعض لوگ خمس رضعات کی آیات پڑھتے اور انہیں قرآن مملو سمجھتے رہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وفات پا جانے کی وجہ سے انہیں ان آیات کی تلاوت کے منسوخ ہونے کا علم نہیں ہو سکا تھا، پھر جب انہیں اس کا نسخ معلوم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور اس کی تلاوت کے منسوخ ہونے پر اجماع ہو گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی (م اللہ) بھی حضرت عائشہ کے الفاظ کی یہی تاویل کرتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ کے قول وهي فيما يقرأ من القرآن میں کلام کیا ہے کیونکہ اس قول کے ظاہر سے تلاوت کے باقی رہنے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے یعنی اس کی قرآت کم ہوگئی تھی اور حکم بھی باقی نہیں رہا تھ ان الفاظ کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ فوقی سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا تھا۔ یا یہ کہ تلاوت منسوخ ہوگئی تھی مگر تمام لوگوں کو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی معلوم ہوئی، اس لئے نادانستگی کی وجہ سے بعض لوگ ان آیات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک پڑھتے اور تلاوت کرتے رہے۔[19]

تیسرا اگرچہ مذکورہ بالا توجیہہ کے بعد اس روایت کے مفہوم میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا تاہم یہاں ایک اور امکان پر بھی فور کی ضرورت ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہ کا قول کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک قرآن مجید میں ای طرح پڑھا جاتا تھا، بہت ممکن ہے کہ یہ الفاظ کسی بعد کے راوی کے ہوں۔ امام مسلم نے زیر تبصرہ روایت کے بعد یحی بن سعید کی سند سے جو دوسری روایت ذکر کی ہے اس میں فوقی رسول اللہ کے الفاظ نہیں ہیں، جس سے یہیں اشارہ ملتا ہے کہ امام مسلم کی نظر میں بھی یہ الفاظ راوی عبد اللہ بن ابو بکر کا وہم ہیں۔

---

[19] جلال الدین السیوطی، الإتقان في علوم القرآن،) 2:63 کراچی:،2010ء، ص188

کیا لو کان لابن آدم و ادیان ..... الخ قرآن کی آیت تھی؟

ابو حرب بن ابی الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

بعث أبو موسى الأشعري إلى قراء أهل البصرة ، فدخل اليه ثلاث مائة رجل قد قره وا القرآن ، فقال: أنتم خيار أهل البصرة وفراوهُمْ قاتلوه ولا يطولت عليكم الامد فتقسو قلوبكم كما قست قلوب من كان قبلكم وانا كنا نقرأ سورة نشبهها في الطول والشدة ببراءة فأنسيتها غير أني قد حفظت منها: لو كان لابن آدم واديان من مال لا يتغى وادياً ثالثاً ولا يملاء جوف ابن آدم إلا الترابوكنا نقرأ سورة كنا تشبهها باحدى المسبحات فأنسيتها غير اني قد حفظت منها: يا أيها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون فتكتب شهادة في أعناقكم لتسألون عنها يوم القيامة "[20]

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بصرہ کے قاریوں کو بلوایا تو ان کے پاس تین سو ایسے لوگ آئے جو قرآن مجید پڑھ چکے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کہا: تم اہل بصرہ میں سب سے بہتر ہو اور اے قرآن پڑھنے والو قرآن پڑھتے رہو کہیں زیادہ عدت گزر جانے سے تمہارے دل سخت نہ ہو جائیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے۔ ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے جو طول اور شدت میں سورہ توبہ کے برابر تھی مجھے وہ سورت بھلا دی گئی البتہ اس کی اتنی بات یاد رہی ہے کہ ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا۔ ابن آدم کا پاپیٹ مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھرتی، اور ہم ایک اور سورت بھی پڑھا کرتے تھے جو مسحات میں سے کسی ایک سورت کے برابر تھی وہ بھی مجھے بھلا دی گئی البتہ اس میں سے مجھے اتنا یاد ہے: "اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو خود نہیں کرتے تمہاری گردنوں میں شہادت لکھ لی جائے گی اور قیامت کے دن تم سے اس کے متعلق سوال پوچھا جائے گا۔

[20]مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب "أوان لابن آدم والدين لا يُدعى ثالثة"، حديث: 2419)بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 2017، ص432

اعتراضات

مصر کے معروف منکر حدیث جناب محمود ابوریہ مذکورہ بالا روایت ذکر کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> نجتزئ بما أوردنا وهو كاف هنا لبيان كيف تفعل رواية حتى في الكتاب الأول للمسلمين و هو القرآن الكريم ! ولا ندرى كيف تذهب هذه الروايات التي تفصح بأن القرآن فيه نقص وتحمل مثل هذه المطاعن مع قول الله سبحانه وَإِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَه لحَافِظُونَ) وأيهما نصدق ؟! اللهم ان هذا أمر عجيب يجب أن يتديره أولو الألباب [21].

> ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، ہماری بیان کردہ مثالیں یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ روایات مسلمانوں کی بنیادی کتاب یعنی قرآن مجید کے بارے میں کیا گل کھلا سکتی ہیں ہم نہیں سمجھ سکے کہ یہ روایات، جو صاف صاف یہ کہتی ہیں کہ قرآن ناقص ہے اور جن میں اس طرح کے مطاعن موجود ہیں، اللہ تعالی کے اس ارشاد کے ساتھ کیسے چل سکتی ہیں کہ توانا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کو ہم ان میں سے کسی بات کو درست تسلیم کریں یا اللہ یہ بیاہی عجیب معاملہ ہے اور لازم ہے کہ اہل مقتل اس پر غور کریں۔

توضیحات

معترضین کا مسلہ یہ ہے کہ وہ فور و نظر کی زحمت گوارا نہیں کرتے ورنہ اس روایت کو درج ذیل تاویلات کی موجودگی میں قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف قرار دینا درست نہیں۔

ایک قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور اس قسم کی روایات اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد چونکہ ظنی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ روایت قرآن مجید کی قطعیت کے منافی نہیں ہے۔

---

[21] محمد أبوزهره، الضوء على السنة المحمدية) قاہرہ: دار المعارف، 2009، 257

دوسرا، یہ روایت خود امام مسلم کی نظر میں بھی صحت کے اعلی درجے پر نہیں ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کی تدوین میں جن اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ خود سی مسل کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

> فأما القسم الأول: فانا تتوحى أن تقدم الأخبار التي هي أسلم من في العيوب من غيرها وأنقى من أن يكون ناقلوها أهل استقامة . الحديث ، والاتقان لما نقلوا ، لم يوجد في روايتهم اختلاف شديد ، ولا تخليط فاحش ، كما قد عبر فيه على كثير من المحدثين . وبان ذالك في حديثهم ، فاذا نحن تقصينا أخبار هذا الصنف من الناس ، أتبعناها أخبارًا يقع في أسانيد بعض من ليس بالموصوف بالحفظ والاتقان ، كالصنف المقدم قبلهم ، على أنهم ، وان كانوا فيما وصفنا دونهم ، فان اسم الستر والصدق وتعاطى العلم يشملهم
>
> قسم اول میں پہلے ہم ان احادیث کو بیان کریں گے جن کی اسانید دوسری اسانید کی نسبت عیب اور کائی سے محفوظ ہیں، جن کے راوی معتبر داشتہ اور قوی حافظہ کے مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلاف اور کثیر التقاط نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کردہ احادیث سے پایہ ثبوت تک پانی چکی ہے۔ اس قسم کے لوگوں کی روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے جن کی روایت میں بعض راوی ایسے بھی ہوں گے جو قوت اور ثابت میں قسم اول کے پایہ کے نہیں ہوں گے۔ اگرچہ تقوی، پرہیز گاری، صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ امام مسلم نے اس باب میں پانچ روایات نقل کی ہیں اور چونکہ یہ روایت ان کی نظر میں سب سے کمزور تھی اس لئے انھوں نے اپنے اصول کے مطابق اس روایت کو سب سے آخر میں ذکر کیا ہے۔ یہ بذات خود بڑا واضح اشارہ ہے کہ امام مسلم کی نظر میں یہ حدیث دوسری احادیث سے کمزور ہے، اور انھوں نے اس روایت کو وہ مقام اور رفعت نہیں دی جو پہلی احادیث کو دی ہے۔

ابو بکر کہتے ہیں:

> لأن قرأتي ابن كثير و أبي عمرو متصلان بأبي بن كعب ، لا يقرأ فيهما هذا المذكور في ولم يكن مما معروف

في حديث رسول الله على أنه من كلام الرسول عليه السلام ، لا يحكيه عن رب العالمين في القرآن ، وما رواه اثنان معهما الاجماع: أثبت مما يحكيه واحد مخالف مذهب الجماعة؟"[22]

اس لئے کہ ابن کثیر اور ابو عمرو کی قرآت (سند کے اعتبار سے) ابی بن کعب محمک پہنچتی ہے اور ان دونوں قراتوں میں سورہ ولم یکن کچھ میں یہ الفاظ نہیں پڑھے جاتے جن کا حدیث نبوی میں رسول ان کا کلام ہونا معروف ہے۔ اور آپ پلے نے ان الفاظ کو اللہ کے کلام کے طور پر قرآن مجید میں نہیں پڑھا۔ جب دو راوی ایک روایت کر رہے ہوں اور اجماع بھی ان کی تائید کر رہا ہو تو ان کی بات اس ایک شخص کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے جس کی بات اجتماع کے خلاف ہے۔"

چھٹا، اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ قرآن کی کوئی سورت ہی تھی تب پھر اس کا شمار ان سورتوں اور آیات میں ہو گا جو نازل ہونے کے بعد منسوخ ہو گئیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م 911ھ) نے بھی اس روایت کا جس جگہ ذکر کیا ہے اس کا عنوان ہے: وہ آیات جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن حکم منسوخ نہیں ہوا۔[23]

زیر تبصرہ روایت کے اسلوب بیان پر اگر غور کیا جائے تو اس کے الفاظ صاف طور پر بتلا رہے ہیں کہ اس میں ایسی عبارت کا ذکر ہے جو لوگوں کے ذہنوں سے اس لیے محو کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا تھا، کیونکہ صرف وہی آیات بھلائی جاتی ہیں جو منسوخ ہو جاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سنقرلك فلا تَنسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ

اے نبی صلی علیہ وآلہ وسلم عنقریب ہم آپ ﷺ کو پڑھائیں گے پھر آپ ﷺ نہیں بھولیں گے سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔"

لہذا اس قسم کی روایات سے قرآن مجید کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

[22] القرطبی، محمد بن أحمد۔ تفسیر القرطبي ۔ بیروت: مؤسسة مناهل العرفان، 2010، ص123

[23] السیوطی، جلال الدین۔ الإتقان في علوم القرآن ۔ کراچی: نور محمد اصح المطابع، 2008، ص190

کیا سُورَۃُ الیل میں تحریف ہو چکی ہے؟

حضرت علقمہ سے مروی ہے:

قدمنا الشام ، فأتانا أبو الدرداء فقال: أفيكم أحد يقرأ على قراءة عبد الله ؟ فقلت : نعم أناء قال: فكيف سمعت عبد الله يقرأ هذه الآية؟ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى) قال : سمعته يقرأ: ﴿وَاللَّيلِ إِذَا يَغْشَى وَالذَّكَرِ والا نلى قال: أنا والله هكذا سمعت رسول الله ﷺ يقرؤها، ولكن هؤلاء يريدون أن أقرأ: ﴿وَمَا خَلَقَ فلا أتابعهم

ہم شام گئے تو حضرت ابو دردانہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تمھارے پاس کوئی آدمی ہے جو عبد اللہ بن مسعود کی قرآت کے مطابق پڑھنے والا ہو؟ میں نے کہا: میں ہوں انھوں نے پوچھا تم نے اس آیت کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کس طرح سنا ہے: والیل إذا یغشی کے میں نے کہا: عبد اللہ بن مسعود اس طرح پڑھتے تھے واللیلِ إذا یَغْشَی وَالذَّکَرِ وَالا نثی انہوں نے کیا اللہ کی تم میں نے بھی رسول اللہ کے سے اس طرح سنا ہے، اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وما خلق کے پڑھوں مگر میں نہیں مانتا۔

اعتراضات

ڈاکٹر غلام جیلانی برق (م ۱۹۸۵ء) مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

گویا تین جلیل القدر صحابہ نے یہ شہادت دے دی کہ یہ آیات مذکورہ بالا صورت میں نازل ہوئی تھیں لیکن آن قرآن مجید میں ہوں درج ہیں، والیلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَمَا خَلَقَ الذكر والا نثی کو اب کسی کو صحیح تسلیم کریں؟ ان صحابہ کو؟ صحیح مسلم کو؟ یا قرآن شریف کو؟ لازماً ماننا پڑے گا کہ ہمارا قرآن صحیح ہے اور یہ حدیث مشتبہ"

توضیحات

سورۃ الیل کی ابتدائی آیات اس طرح ہیں جس طرح برق صاحب نے کہا ہے یعنی: والیل إذا یغشی وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالا نثی) جبکہ اس باب میں ابن مسعود کی احادیث سے

معلوم ہوتا ہے کہ وما خلق الذکر والا نثی کی بک(والذکر والا نثی کی ہے،اور ظاہر ہے کہ یہ قرآت قرآن مجید کی متواتر قرآت کے خلاف ہے۔اس اشکال کی کئی حوالوں سے توجیہہ کی جاسکتی ہے۔ زیر تبصرہ روایت، شاذ قرآت پر مشتمل ہے جواب منسوخ ہو چکی ہے،اور چونکہ یہ قرآت شیر واحد سے ثابت ہے جبکہ قرآن شعر متواتر سے ثابت ہے،اس لئے اس روایت سے قرآن مجید کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔امام طبری اس قرآت شمارہ کی وجہ سے آیت﴿وما خلق الذکر والا نثی﴾کے معنی میں جو وسعت پیدا ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں لفظ ما کو من کے معنی میں موصولہ مانا جائے اس صورت میں معنی یہ ہو گا،اس ذات کی قسم جس نے جنس مذکر و مؤنث کو پیدا کیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی قسم اٹھائی ہے۔ ابن مسعود کی قرآت(الذی خلق الذکر والا نثی)اسی معنی کو واضح کر رہی ہے۔
ما کو مصدر یہ معنی مانا جائے تو معنی ہو گا تخلیق مذکر و مؤنث کی قسم یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی قسم اٹھائی ہے اور حضرت ابو درداء اور ابن مسعود کی صحیحین والی قرآت سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ حضرت ابو دردانہ نے اس شاہ قرات کو قرآن کیوں نقل کیا؟تو اس کی وجہ ابن حجر نے یہ بیان کی ہے:

ولعل هذا مما نسخت تلاوته ولم يبلغ النسخ أبا درداء ومن ذكر معه، والعجب من نقل الحفاظ من الكوفيين هذه القرأة عن علقمة وعن ابن مسعود واليهما تنتهى القرأة بالكوفة ثم لم يقرأ بها أحد ، وكذا أهل الشام حملوا القرأة عن أبي الدرداء ولم يقرأ أحد منهم بهذا ، فهذا مما يقوى أن التلاوة بها نسخت

"ممکن ہے یہ قرآت بھی ان قراءات میں سے ہو جن کی تلاوت عرضتہ اخیرہ کے وقت منسوخ کر دی گئی تھی اور ابو درداء" کو اس کے منسوخ ہونے کا ہو نہ چال کا ہو۔ تعجب ہے کہ حفاظ کوف نے اس قرآت کو ابن مسعود اور عالمہ سے نقل کیا ہے،اور کوفہ میں قرآت کی سند انہیں تک آناچتی ہے، لیکن اس کے باوجود تھا تو کوفہ میں سے کسی نے بھی اس کو اور والذکر والا نفسی کو نہیں پڑھا۔یہی معالم اقل شام کا ہے انہوں

نے قرآت کا علم ابو دردانہ سے لیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کے مطابق قرآت نہیں کی، ابدا قوی امکان ہے کہ یہ قرآت منسوخ ہو چکی تھی۔

کیا قرآن کا متن غیر محفوظ ہے؟

مستشرقین کا اسلام پر حملہ آور ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ تورات اور انجیل میں جو کمزوریاں محسوس کرتے ہیں یا قرآن ان کتابوں میں جن نالیوں کی نشان دہی کرتا ہے وہ انھیں اعتراضات کو قرآن پر لوٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً بائیل میں تحریف کو خود یہودی اور عیسائی علماء نے تسلیم کیا ہے۔ اب ان لوگوں کی کوشش یہ ہے کہ کسی طرح یہ تحریف قرآنی متن میں بھی ثابت کی جائے۔ اس مقصد کے لئے مستشرقین "سبعہ احرف والی روایات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بائبل کے مختلف Versione ہیں
اسی طرح قرآن مجید کا متن بھی متفقہ اور ایک نہیں ہے۔

مستشرقین کا طریقہ تحقیق یہ ہے کہ وہ اپنے مرحومہ مقاصد کے حصول کے لئے اپنا سفر مدح و توصیف سے شروع کرتے ہیں اور غیر محسوس انداز سے قاری کے ذہن میں شکوک و شبہات کی تخم ریزی کرتے ہیں اور پھر دور از کار تاویلات کے ذریعے اپنے طے کردہ نتائج پیش کر کے قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں بقول سید ابوالحسن ندوی، وہ خوردبین سے دیکھتے ہیں اور اپنے قارئین کو دوربین سے دکھاتے ہیں۔ زیر تبصرہ موضوع میں بھی مستشرقین نے اس تحتیک کو استعمال کیا ہے۔ جناب ہے۔ ڈی۔ پیرسن (J.D. Person) انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں شائع ہونے والے اپنے مضمون " alkuran" میں لفظ "سبعہ احرف کے بارے میں لکھتے ہیں:

> The meaning of this expression in the Hadith is uncertain, the term "Ahruf being the plural of Harf, "Letter[24] "

حدیث میں اس محاورے کا مطلب غیر واضح ہے۔ "احرف کی اصطلاح حرف کی جمع ہے۔"

---

[24] J.D. Parson, "al-kuran", The Incyclopedia of Islam, v.5, p:408

مستشرق جارج سیل (George Sale) کو اس پروپیگنڈا مہم کا قافلہ سالار کہا جاسکتا ہے۔ اس نے ۱۸۶۲ء میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر انگریزی زبان میں شائع کی۔ سیل (Sale) عربی زبان کا ماہر سمجھا جاتا ہے، اس نے جو غلطیاں کیں وہ اتنا قصد اور ارادا ہو کے ساتھ تھیں، اس کا اس ترجمے سے مقصد یہ تھا کہ ایک طرف مغرب کے لوگوں کو اسلام سے دور کیا جائے اور دوسری طرف تعلیم یافتہ مسلمان طبقے کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مقصد میں وہ سو فیصد کامیاب رہا۔ اس نے قرآن مجید کا مقدمہ بھی لکھا اور اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن مجید محمد ﷺ کی تصنیف ہے اور اس میں بڑی حد تک تحریف ہو چکی ہے۔ بعد میں آنے والے مستشرقین نے اس کی تحقیقات کو بنیاد بنا کر قرآن مجید پر اعتراضات کئے ہیں۔ اختلاف قراءات کی رائی کو جارج سیل (George Sale) نے کس طرح پہاڑ بنایا ہے ملاحظہ فرمائیں، موصوف کہتے ہیں:

> "having mentoined the different editions of the Koran, it may not be amiss here to acquaint the reader, that there are seven principal editions, If it may so call them, or ancient copies of the book two of which were published and used at medina, a third at macca, of fourth at Cufa a fifth at basra a sixth at Syria and a seventh called the common or vulgar edition[25] .

> قرآن کے ایڈیشنوں کا ذکر کرنے کے بعد قارئین کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا نا مناسب نہ ہو گا کہ قرآن کے ابتدائی ایڈیشن سات ہیں: اگر ان کو ایڈیشن کہنا مناسب ہو یا ہم ان کو اس کتاب کی سات تھیں کہہ سکتے ہیں۔ جن میں سے دو مدینہ میں شائع ہوئیں اور وہاں استعمال ہوتی تھیں۔ تیسری مکہ میں، چوتھی کوفہ میں، پانچویں باصرہ میں چھٹی شام میں اور ساتویں نقل کو عام ایڈیشن کہہ سکتے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ جارج سیل (George Sale) نے سات قراتوں اور حضرت عثمان غنی (م ۳۵ھ) کے مختلف شہروں کی طرف قرآن مجید کی نقول بھیجنے کی روایات کو ملا کر یہ افسانہ گھڑا ہے۔ مستشرق گولڈ

---

[25] George Sale,The Koran", P:45 (London, 1812 AD)

زیہر (Gold zhir)(م1921ء)نے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا اور اختلاف قراءت کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کے متن میں اضطراب اور نقص کا دعوی کیا۔

اسی طرح مستشرق آرتھر جیفری (Arthur Jettery)نے بھی قرآن مجید کی قراءات اور اس کی نوعیتوں میں صحابہ کرام کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کے متن میں ارتقا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مستشرق موصوف نے مصحف عثمانی کے مقابل پندرہ بنیادی (Primary Codices) اور تیرہ ثانوی نسخہ جات ،پیش کرنے کی کوشش کی ہے[26](Secondary codices)ہمیں اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ قرآن مجید کی مختلف قرآئتیں عہد رسالت میں بھی تھیں اور آج بھی ہیں لیکن ان قرائتوں کی نوعیت وہ نہیں جو مستشرقین ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اختلاف قراءات سے مراد ایسا اختلاف ہرگز نہیں ہے جس کو معروف معنوں میں تضاد یا تناقض کہا جاسکے بلکہ یہ اختلاف تغاویر اور تنوع کا ہے جو قرآنی اعجاز کی علامت ہے۔امام ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہ حضرت عمر(م ۲۳ھ)نے فرمایا:

> سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله فاستمعت لقرأته فاذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرتنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره في الصلاة فتصيرت حتى سلم قلبيته برداله فقلت: من أقرأك هذه السورة التي سمعتك تقرأ؟ قال: أقرأنيها رسول الله ﷺ فقلت: كذبت فان رسول الله ﷺ قد اقرأنيها على غير ما قرأت ، فانطلقت به أقوده الى رسول الله ﷺ فقلت: اني سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها، فقال رسول الله : أرسله، اقرأ يا هشام فقرأ عليه القرأة التي سمعته يقرأ فقال رسول الله ﷺ: كذالك أنزلت، ثم قال: اقرأ يا عمر فقرأت القرأة التي أقرأني ، فقال رسول

[26] Islam , Muhammad and his religion "p:47 (Indian,1979)

الله ﷺ: كذالك أنزلت، ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرؤا ما تيسر منه [27]

رسول اللہ کی زندگی میں میں نے ہشام بن حکیم کو نماز میں سور وفرقان پڑھتے ہوئے سنادہ اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے، میں کان لگا کر سننے لگا تو میں نے سنا کہ وہ بہت سے ایسے کلمات پڑھا رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھاتے تھے، حالانکہ مجھے سورۃ الفرقان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پڑھائی تھی، مجھے سخت غصہ آیا کہ شخص قرآن کریم میں تعریف کر رہا ہے، کچھ کا کچھ پڑھ رہا ہے) قریب تھا کہ میں نماز میں ہی اس پر جھپٹ پڑوں لیکن میں نے ضبط کیا جب اس نے سلام پھیر دیا تو میں نے اس کی چادر اس کے گلے میں ڈال کر کھینچی اور ڈانٹ کر پوچھا کہ یہ سورہ تجھے کس نے پڑھائی، اس نے کیا؟ رسول اللہ نے۔ جب میں اسے کھینچا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور آپ کے کوماجرا سنایا۔ فرمایا: اسے چھوڑ دتو ہیں۔ اے ہشام سورۃ الفرقان پر ھو۔ ہشام نے اسی طرح پڑھی جس طرحمیں نے اس سے سنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے یہ سورۃ اسی طرح اتاری گئی ہے پھر فرمایا: اے عمر اتم پڑھو۔ میں نے اسی طرح پڑھی جس طرح رسول اللہ کے نے مجھے پڑھائی تھی اور میں نے یاد کی تھی۔ فرمایا بھیک ہے، یہ سورہ اسی طرح اتاری گئی ہے۔ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے تو اس میں سے نہیں جو آسان ہو، پڑھو۔

منکرین حدیث، جو اسلام پر اعتراض کرنے میں زیادہ تر مستشرقین ہی کے خوشہ چین ہیں، نے بھی اس موضوع کی روایات کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جناب نظام احمد پرویز (م ۱۹۸۵) حضرت عمر اور ہشام بن حکیم کے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ کو حیرت ہو گی کہ حضرت عمر بن الخطاب بھی قریشی ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں اور ہشام بین حکیم بھی قریشی اور کی ہیں، دونوں کی زبان

[27] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب "أنزل القرآن على سبعة أحرف"، حدیث: 1992، ص1082۔

ایک ہے، دونوں کا لب ولہجہ ایک ہے، ایک خاندان اور ایک ہی مقام کے
دونوں آدمی سورہ فرقان کو اس قدر اختلاف کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ
حضرت عمران پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں یہ اختلاف صرف
اب ولہجہ اور قرآنتوں کے اختلاف نہیں تھے بلکہ مرادف الفاظ کے ساتھ
مطلب اور معنی ادا کر دینے کے اختلاف تھے، ہر شخص کو یہ آزادی حاصل
تھی کہ وہ قرآن کے معنی اور مضمون کو اپنے الفاظ میں جس طرح چاہے
بیان کر دے۔

پادری برکت اللہ سبعہ احرف والی روایات پر اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عہد نبوی صلی وسلم کے زمانے میں قرآن کا کوئی متفقہ متن موجود نہ تھا۔
حضور نے سیاسی مصلحت کی خاطر ان دونوں حضرات کی قرآت کو درست
قرار دیا یہ اختلاف، اختلاف قرآت یا سبعہ احرف سے الگ کوئی اور
اختلاف تھا کیونکہ حضرت عمر اور حضرت امام کا قبیلہ ایک ہی تھا۔[28]

ان تمام اعتراضات کا حاصل یہ ہے کہ زیر تیرہ موضوع میں محولہ بالا حدیث کے دو پہلو تنقیح طلب ہیں۔ ایک حدیث کے الفاظ سبعہ احرف سے کیا مراد ہے؟ اور دوسرا حضرت عمر اور ھشام بن حکیم دونوں کی اور قریشی ہیں، پھر ان کے درمیان اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟۔

توضیحات

یہ روایت جس شہرت اور تواتر کے ساتھ کتب حدیث میں نقل ہوئی ہے کہ اس کی بنا پر اس کی صحت و صداقت میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا ممکن ہے اس موضوع کی بعض روایات سند کے لحاظ سے کمزور ہوں مگر دیگر کثیر روایات کی تائید اور توثیق کے بعد یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا نزول سات حروف پر ہوا تھا۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے سات حروف کی واضح طور پر کوئی تصریح نہیں فرمائی تھی اس لئے اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلافات رہے ہیں۔ قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم نے اپنی اپنی آراء کا ذکر کیا ہے جو ہر یہیں طور پر خلی اور خمینی ہی ہیں۔ حقدمین اور متاخرین تقریبانا

---

[28] صحیح کتب مقدسہ، ص292(لاہور: عربک سوسائی، 2009

ہی اہل علم نے اس مسلہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے اور سبعہ احرف کے مفہوم کو تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔[29]

عہد صدیقی میں جمع و تدوین قرآن، حقیقت یا افسانہ؟

صحاح ستہ کے مؤلفین نے جمع و تدوین قرآن کی کثیر روایات نقل کی ہیں، ان کے علاوہ بھی تقریباً تمام محد ثین نے اس موضوع کی روایات کو اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ مستند روایات کے مطابق جمع و تدوین قرآن کا کارنامہ کاتب وحی زید بن ثابت (م ۲۳ھ) نے حضرت عمر (م (۲۳) اور صدیق اکبر (م ۱۳ھ) کی مشاورت اور تمام صحابہ کرائم کے اتفاق رائے سے انجام دیا۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں:

> ارسل الی ابو بکر الصدیق مقتل اهل الیمامه فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابو بکر رضی الله عنه ان عمر اناني فقال: ان القتل قد استحر یوم الیمامه بقراء القرآن واني اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن واني اری ان تامر بجمع القرآن قلت العمر : کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول الله قال عمر : هذا والله خیر ، فلم یزل عمر بر اجعنی حتی شرح الله صدري لذالك ورایت في ذالك الذی رای عمر قال زید : قال ابو بکر : انك رجل شاب عاقل لا نتهمك وقد کنت تکتب الوحی لرسول الله ﷺ فتتبع القرآن فاجمعه[30]
>
> جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابو بکر نے مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمر بھی موجود تھے۔ حضرت ابو بکر نے مجھ سے فرمایا کہ میرے نے ابھی آکر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی ہے اور اگر مختلف مقامات پر قرآن حکیم کے حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ ابتدا میری رائے ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن حکیم کو جمع کروانے کا کام شروع کریں حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں نے عمر سے کہا جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟

---

[29] سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (لاہور: مقبول اکیڈمی، 1997)، ص 383–388۔

[30] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب "جمع القرآن"، حدیث: 1989، ص 1085۔

عمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ کام بہتر ہی بہتر ہے اس کے بعد عمر بار بار
مجھ سے یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ مجھے اس پر شرح صدر ہو گیا اور اب
میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی ہے اس کے بعد ابو بکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ
تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو ہمیں تمھارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں
تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے وحی کی کتابت کرتے رہے ہو لہذا تم قرآن
کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے جمع کرو۔

اعتراضات

مشہور مستشرق لولڈکیے (Noldeke) کا کہنا ہے کہ جنگ یمامہ میں صرف دو قرٔاء نے جام شہادت نوش کیا اور باقی شہید ہونے والے سب نو مسلم تھے، لہذا یہ کہنا کہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کا سبب جنگ یمامہ میں قراء کی کثیر تعداد کا شہید ہونا تھا، غلط ہے۔ مستشرق موصوف لکھتے ہیں:

But the reason given for the step, namely the death of large number of Readers in the battle of Yamama has also been questioned for in the list of those who fell in that compaign very few (according to Schwally only two) are mentionedwho were likely to have had much of the Quran by heart. There killed mostly recent converts[31]

اس اقدام کی مبینہ وجہ یعنی قراء کی ایک بڑی تعداد کے جنگ یمامہ میں قتل ہو جانے پر
بھی سوال اٹھایا گیا ہے کیونکہ اس مہم میں جن لوگوں کی جائیں کام آئیں، ان میں سے
بہت کم (شوالے کی رائے میں صرف دو) نام ایسے ہیں جن کے قرآن کے ایک بڑے
حصے کے حافظ ہونے کا امکان مانا جاسکتا ہے۔ زیادہ تر قتل ہونے والے افراد سے
مسلمان تھے۔"

مستشرق جان برٹن (John Burton) کے بقول صدیق اکبر کے دور میں جمع قرآن کا قصہ من گھڑت ہے:

[31] Richard Bell, introduction to Quran" p 39, (cambridge univercity press, 1988.)

Burton contends that collection stories are completely fictitious Burton has raised serious doubt about the role of Zayed in establishing the official text and he has shown that the science of Hadith and figh influenced the prolifeation of koran collection stories[32]

برٹن کا موقف یہ ہے کہ جمع قرآن کی روایات مکمل طور پر افسانہ ہیں۔ برٹن نے قرآن کے سرکاری متن کی تشکیل میں زیڈ کے کردار کے متعلق بھی سنجیدہ شبہات اٹھاتے ہیں اور دکھایا ہے کہ جمع قرآن کی روایات کے شروع میں حدیث اور فقہ کے علوم اثر انداز ہوئے ہیں۔

توضیحات

یہ روایت محدثین کے اصول کے مطابق بالکل صحیح ہے اور فن اسماء الرجال کے جلیل القدر اللہ نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی ہے اس لئے اس روایت کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ذیل کی سطور میں ہم مستشرقین کے اعتراض کا تنقیدی جائزہ لیں گے۔ مورخ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے مستند روایات کی روشنی میں 9 مہاجرین اور ۳۶ کے قریب ایسے انصار صحابہ کے نام ذکر کئے ہیں جو قرآن مجید کے حافظ تھے، اور کی شہادت جنگ یمامہ ہی میں ہوئی تھی۔ ابن کثیر نے جو نام ذکر کھتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ابو محمد ثابت بن قیس، حزن ابن أبي وھب بن عمرو زید بن الخطاب سالم مولی ابی حذیفہ، ابو دجانہ سماک بن اوس بن فرشہ شجاع بن وھب بن ربیعہ الاسدی خلیل ابن عمرو الدوی، عباد بن بشر بہ السائب بن عثمان بن ملعون، سائب بن العوام عبد اللہ بن سہیل بن عمرو عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی۔ ان معروف صحابہ کا ذکر کرنے کے بعد شہید ہونے والے مہاجرین اور انصار صحابہ کی علیحدہ فہرست درج کی ہے۔

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مہاجر صحابہ کرام

مالک بن عمرو، یزید بن رقیش حکم بن سعید بن العاص حسن بن مالک مالک بن ربیعہ، عامر بن البکر السلیشی بعنوان بن امیہ، یزید بن اوس، جی (معلی بن حارثہ الشلفی) حبیب بن اسید، ولید بن عبد شمس عبد اللہ بن

[32] Encyclopedia of islam",vol5,p405 (Leiden, Ej Bril, 1986)

عمرو بن بجحرۃ الحدوی ابو قین بن حارث عبد اللہ بن الحارث عبد اللہ بن بن مخرمہ عمرو بن اولیس، سلیط بن عمرو، ربیۃ من ابی فرشہ العامری، عبد اللہ بن الحارث۔

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے انصار صحابہ کرام

عمار ابن حزم، عقبہ بن عامر ثابت بن ہزال، ابو عقیل بن عبد اللہ عبد اللہ بن عتیک رافع بن محل، حاجب بن یزید الا اصلی پھل ابن عدی مالک بن اوس عمیر بن اوس جلوی این عقبہ رباح مولی الحادث معن بن عدی، جزء بن مالک، ورقہ بن ایاس بن عمرو، مروان بن عباس عامر بن ثابت، بشر بن عبد اللہ کلیب بن تمیم، عبد اللہ بن عقبان، ایاس بن ودیعہ، اسید بن مربوع، سعد بن حارثہ پھل بن حمان محاسن بن حمیر مسلمہ بن مسعود مسعود بن سنان ضمر ڈین فیاض، عبد اللہ بن انیس ابو عبد بن عزیہ خباب بن زید، حبیب بن عمرو ثابت بن خالد، فروہ بن العمان، عائد بین ماعص، یزید ین ثابت۔ امام ابن کثیر کی وضاحت کے بعد مستشرقین کے اس دھوئی میں کوئی وزن نہیں رہتا کہ یمامہ کے شہدا میں صرف دو لوگ ہیں حافظ قرآن تھے، اور یہ واقعہ تدوین قرآن کا سبب نہیں ہے۔

نتائج

1. تحریف کے موضوع پر مستند احادیث کی سند میں مختلف طبقات علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے حدیث کی قطعیت متاثر ہوتی ہے۔
2. قرآن خود اپنی حفاظت کا دعویٰ کرتا ہے جو تحریف کے امکان کو بہت حد تک رد کرتا ہے، اس لیے ایسی احادیث کا مفہوم قرآن کے قرین میں سمجھنا ضروری ہے۔
3. کچھ احادیث تحریف کی طرف اشارہ کرتی ہیں مگر ان کا مفہوم اکثر مبہم یا تشریح طلب ہوتا ہے، جس کی بنیاد پر تحریف کے حق میں قطعی فیصلہ مشکل ہے۔
4. قرآن کی تحریف کے دعوے کے برخلاف، تاریخی اور قرآنی نسخوں کی حفاظت اور قراء کے اجماع سے قرآن کی اصل کتابت میں تحریف کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا۔
5. علمائے اسلام نے احادیث تحریف کے بارے میں بہت سے علمی ردود دیئے ہیں جن میں حدیث کی صحیح تشریح، اس کی صحت، اور قرآن کی عصمت کو واضح کیا گیا ہے۔
6. تحریف کے دعوے زیادہ تر مستشرقین اور کچھ داخلی مخالفین کی جانب سے کیے گئے، جن کے دلائل میں زیادہ تر تشکی کی بنیاد ہے، نہ کہ واضح علمی ثبوت کی۔
7. احادیث میں بعض اوقات تحریف سے مراد معنوی یا جزوی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں، نا کہ قرآن کی کلی اور مکمل تحریف، اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔
8. صحابہ کرامؓ اور تابعین کی موجودگی میں قرآن کی حفظ و نقول کی مضبوط روایت نے تحریف کے امکان کو ناممکن بنادیا۔
9. تحریف سے متعلق احادیث کو ان کے تاریخی و فقہی سیاق میں پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے، ورنہ غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔

سفارشات

1. تحریفِ قرآن سے متعلق تمام احادیث کی سند و متن کا جامع اور مستند تحقیق کیا جائے تاکہ ان کی صحت اور مفہوم کا واضح تعین ہو۔
2. تحریف سے متعلق احادیث کو ان کے تاریخی، فکری، اور فقہی سیاق میں پڑھ کر درست تشریح کی جائے تاکہ غلط فہمیوں سے بچا جا سکے۔
3. قرآن کی حفاظت کے حوالے سے آیات کا مطالعہ کیا جائے اور حدیث کے مفاہیم کو قرآن کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے تاکہ تضاد پیدا نہ ہو۔
4. مسلمان علماء کے مختلف مکاتب فکر کے نظریات کو علمی تناظر میں پیش کیا جائے تاکہ تحریف کے مسئلہ پر متوازن موقف سامنے آئے۔
5. مستشرقین اور دیگر مخالف نظریات کے دلائل کا تفصیلی اور معروضی تجزیہ کیا جائے تاکہ ان کی کمزوریوں اور تضادات کو واضح کیا جا سکے۔
6. تحریف کے تصور میں معنوی یا جزوی تبدیلیوں اور کلی تحریف کے فرق کو واضح کیا جائے تاکہ علمی مباحث میں الجھن نہ ہو۔
7. جامعات اور دینی مدارس میں قرآن کی تحریف سے متعلق علمی اور تحقیقی مباحث کو کورسز کی شکل میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ کو درست معلومات مل سکیں۔
8. قرآنی نسخوں، تاریخی دستاویزات، اور احادیث کی تحقیق میں جدید ٹیکنالوجی اور علمی وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔
9. اس موضوع پر مختلف علما اور محققین کے مابین علمی مکالمہ کو بڑھاوا دیا جائے تاکہ مشترکہ علمی فہم حاصل ہو۔
10. عوام الناس میں تحریفِ قرآن کے موضوع پر درست فہم پیدا کرنے کے لیے ورکشاپس، سیمینارز اور آگاہی مہمات چلائی جائیں۔

خلاصہ

یہ جائزہ قرآن کی تحریف سے متعلق احادیث پر اٹھائے گئے اعتراضات کا مفصل تحقیقی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس موضوع پر مختلف مکاتب فکر میں اختلافات اور احادیث کی سند و متن کی صحت پر سوالات اہم نکات ہیں۔ قرآن کی حفاظت کے قرآنی دلائل، تاریخی نسخوں کی موجودگی، اور صحابہؓ کی مضبوط روایت تحریف کے دعوے کو رد کرتی ہے۔ احادیث کی تشریح میں سیاق وسباق اور معنوی تحریف کی وضاحت بھی علمی مباحث میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ اس جائزے میں مستشرقین اور داخلی مخالفین کے دلائل کا تنقیدی تجزیہ بھی شامل ہے جو زیادہ تر تشکی پر مبنی ہیں۔ نتیجتاً، علمی و تحقیقی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی تحریف کا دعویٰ قطعی اور مستند دلائل سے ثابت نہیں، بلکہ قرآن کی عصمت اور حفاظت کے بارے میں مضبوط شواہد موجود ہیں۔ اس موضوع پر مزید تحقیق، متوازن علمی مکالمہ، اور عوامی آگاہی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے تاکہ قرآن کی حفاظت اور اس کی حقیقی حیثیت کو سمجھنے میں اضافہ ہو سکے۔

مصادر و مراجع

1. القرآن
2. محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، بیروت: دار ابن کثیر، 1987ء
3. مالک بن انس، الموطا، کتاب الحدود، بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 2011ء
4. "ہمارے دینی علوم"، لاہور: دوست ایسوی ایٹس، اردو بازار، 2001ء
5. دو اسلام، لاہور: اتحاد پریس، کیمل پورہ، 1950ء
6. امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، دہلی: تاج کمپنی، 1997ء
7. احمد بن حنبل، المسند، بیروت: مؤسسة الرسالة، (تاریخ اشاعت دستیاب نہیں)۔
8. البیہقی، السنن الکبری، کتاب الحدود، (تاریخ اشاعت دستیاب نہیں)۔
9. الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الحدود، بیروت: دار الفکر، 2001ء
10. بدر الدین العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الحدود، (تاریخ اشاعت دستیاب نہیں)۔
11. مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2010ء
12. النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم، کتاب الرضاع، (تاریخ اشاعت دستیاب نہیں)۔
13. جلال الدین السیوطی، الإتقان في علوم القرآن، کراچی: نور محمد اصح المطابع، 2008ء
14. محمد أبو زہرہ، الضوء علی السنة المحمدیة، قاہرہ: دار المعارف، 2009ء
15. القرطبی، تفسیر القرطبي، بیروت: مؤسسة مناهل العرفان، 2010ء
16. صحیح کتب مقدسہ، لاہور: عربک سوسائی، 2009ء
17. سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، لاہور: مقبول اکیڈمی، 1997ء

Bibliography

1. Muhammad ibn Ismail al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Tawhid, Beirut: Dar Ibn Kathir, 1987.
2. Malik ibn Anas, Al-Muwatta, Kitab al-Hudud, Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 2011.
3. Hamare Deeni Uloom, Lahore: Dost Associates, Urdu Bazaar, 2001.
4. Do Islam, Lahore: Ittehad Press, Kamal Pura, 1950.
5. Amin Ahsan Islahi, Tadabbur al-Quran, Delhi: Taj Company, 1997.
6. Burhan, Lahore: Dar Al-Ishraq, 2001.
7. Muhammad ibn Ismail al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab al-Hudud, Beirut: Dar Ibn Kathir, 2010.
8. Ibn Hajar al-Asqalani, Tadhkira al-Huffaz (Tajmi' al-Bari), Kitab al-Hudud, (Publication date not available).
9. Ahmad ibn Hanbal, Al-Musnad, Beirut: Mu'assasat al-Risalah, (Publication date not available).
10. Al-Bayhaqi, Sunan al-Kubra, Kitab al-Hudud, (Publication date not available).
11. Al-Hakim, Al-Mustadrak ala al-Sahihain, Kitab al-Hudud, Beirut: Dar al-Fikr, 2001.
12. The Holy Quran, Surah Al-Ma'idah.
13. Badr al-Din al-Ayni, Umdat al-Qari, Sharh Sahih al-Bukhari, Kitab al-Hudud, (Publication date not available).
14. Muslim ibn al-Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Rada', Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 2010.
15. Al-Nawawi, Al-Minhaj Sharh Sahih Muslim, Kitab al-Rada', (Publication date not available).
16. Jalal al-Din al-Suyuti, Al-Itqan fi Ulum al-Quran, Karachi: Noor Muhammad Ashah Matba'ah, 2008.
17. Muhammad Abu Zahra, Al-Daw' ala al-Sunnah al-Muhammadiyyah, Cairo: Dar al-Ma'arif, 2009.
18. Al-Qurtubi, Tafsir al-Qurtubi, Beirut: Mu'assasat Manahil al-Irfan, 2010.
19. J.D. Parson, "al-Kuran", The Encyclopedia of Islam, vol. 5, Leiden: Brill, 1986.
20. George Sale, The Koran, London, 1812 AD.
21. Islam, Muhammad and His Religion, India, 1979.
22. Muhammad ibn Ismail al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab Fada'il al-Quran, Beirut: Dar Ibn Kathir, (Publication date not available).
23. Sahih Kutub-e-Muqaddasah, Lahore: Arabic Society, 2009.
24. Seerat Muhammadi (PBUH), Lahore: Maqbool Academy, 1997.
25. Richard Bell, Introduction to the Quran, Cambridge University Press, 1988.
26. Encyclopedia of Islam, vol. 5, Leiden: Ej Brill, 1986.